"رفیوجی کالونی"

از
جناب شمس نوید

دریائے گومتی اور شاہی عمارتوں کے بعض تاریخی کھنڈروں کے نزدیک ہی کچھ "انسانی ویرانوں" کو ایک نوآبادی میں بسانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ نظم اسی "نوآبادی" کی ممنون تخلیق ہے اور دنیا میں پھیلی ہوئی ایسی تمام تر نوآبادیوں اور ویرانیوں کے نام ہے۔ (نوید)

(۱)

اندھیری رات، یہ رفیوجیوں کے "ویرانے"
ہزار ٹھوس حقیقت ہیں پھر بھی افسانے!
یہ بستیوں کا دھواں ـــــ سرِ دامنِ صحرا
یہ اجنبی کے لئے گرد و پیش بیگانے
یہاں سے دور ـــــ وہ سڑکوں پہ بجلیوں کی قطار
یہیں کی روشنی لوٹی ہے جیسے دنیا نے!
غروبِ مہر کے ہمراہ ڈوبتا پا کر
سُلا دیا ہے مکینوں کو "خوابِ فردا" نے

(۲)

حدودِ سرحد و پنجاب و سندھ میں ہے گذر
اُس اک حیات کا جس کی طلب ہے "خاک بسر"
جہانِ خواب میں نادیدہ قافلے ہیں رواں
یہ ایک منظرِ شب ـــــ صدیوں کا پس منظر!
راوی کے ملاح گیت گاتے ہوئے
ہنجودارو کی روحوں کا کھنڈروں میں سفر
ہر سحر یہ طلسم ٹوٹے گا
پجاریوں کے بھجن۔ مندروں کے گھنٹوں پر

(۳)

کھلے گی آنکھ تو ماضی گذر چکا ہوگا — وطن کو کل سے کہیں دور کر چکا ہوگا
خلائے دوش ہویدا کیے ہوئے کچھ اور — سحر کا نور شبستاں میں بھر چکا ہوگا
قیام کچھ نئی سانسیں تو دیگا جسم مگر — مکاں کا ایک نیا "سنگ" مر چکا ہوگا
یہ رات خطِ ماضی میں ڈھل چکی ہوگی — افق پہ اک نیا سورج ابھر چکا ہوگا

---

(۴)

بساطِ شوق پہ فطرت کو مات کب ہوگی! — نئی سحر کی جگہ پچھلی رات کب ہوگی!
روایتیں وہ فسانے کہاں سے آئیں گے — وہ گرد و پیش کی خوابوں سے بات کیا ہوگی
اتر سکیں گی بہت زندگی کی تصویریں — مگر نصیب وہ "اصلِ حیات" کب ہوگی
دل پناہ گزیں! آہ روحِ خانہ بدوش! — یہ کائنات تری کائنات کب ہوگی...

---

(۵)

وطن کا خواب نہیں ہے غلامِ وقت و مقام
تمہیں بسا نہ سکیں گے "یہ پھر بساؤ" نظام
وہیں ہے صرف وہیں اختتام بے وطنی
تمہارے ہونٹ جہاں چھیڑ دیں تمہارا پیام
وہی پیام جو مذہب میں مختلف ہوکر
لٹا رہا تھا تمدن میں "آدمیت عام"
ہوا تھی تیز اسی روح زندگی کی کشش
کہ تم کو ڈھونڈنے آئے گئے ہوئے ایام

رہِ حیات کی اک منزلِ رواں ہے وطن — وطن کی روح نہیں ہے کہاں؟ — کہاں ہے وطن؟

شئونِ علمیہ

(۲)

شیشہ کا زمانہ انسان کے آرام اور اس کی آسائش کے لئے جتنی چیزیں کام میں آتی ہیں ان میں شیشے کو خاص اہمیت حاصل ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب شیشے کا زمانہ آنے والا ہے۔

شیشے کے متعلق جہاں بہت سی روایتیں مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہزاروں برس پہلے اتفاقی طور پر شیشہ دریافت ہوا تھا۔ وہ اس طرح کہ چند فنیقی ملاح کشتی کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے ایک ساحل پر اترنے پر مجبور ہوئے اور اپنے کو گرم رکھنے کے لئے آگ جلائی۔ آگ کی حرارت نے مٹی میں سلیکا کو پگھلا دیا۔ جب آگ بجھ گئی تو ایک ملاح نے دیکھا کہ خاک کے ڈھیر میں کچھ چمکدار نیم شفاف دانے بن گئے ہیں۔

اب تک تو یہی معلوم تھا کہ شیشہ برق کے لئے موصل نہیں ہے یعنی برق کو اپنے میں سے گزرنے نہیں دیتا۔ لیکن اب ایسا شیشہ بھی تیار کیا گیا ہے جو برق کے لئے موصل ہے۔ ابھی اس شیشے کے خواص کی پوری تحقیق نہیں ہوئی ہے لیکن اتنا اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس کی بدولت ہوائی جہازوں، پانی کے جہازوں، اور ریل گاڑیوں وغیرہ میں شیشے کے استعمال کے بہت سے مسئلے حل ہو جائیں گے۔

شیشے کا تاگہ بھی بنا لیا گیا ہے۔ اور اتنا باریک بنایا گیا ہے کہ ۷۰ میل لمبا تاگا بتھر کی معمولی گرمی سی ٹا جا سکتا ہے۔ ان تاگوں کی بدولت ایسے کپڑے بنائے جا سکتے ہیں جن پر آگ اثر نہ کرے ں بنایا جا سکتا ہے کہ گولی اثر نہ کرے۔ پھر پردے اور فرنیچر کی پوشش بھی ان سے تیار ور بھی صدہا کام لئے جا سکتے ہیں۔

ممکن ہے کہ آئندہ تعمیرات میں شیشہ اور اس کے حاصلات کا استعمال روز افزوں ہو جائے